Fikr-o-Nasar (Islamabad) 27:1 (1989)

امام مالک بن انس اور ان کی کتاب المؤطا

محمد میاں صدیقی

آپ کا نام مالک، اور کنیت ابو عبداللہ ہے، امام دار الھجرۃ کے لقب سے مشہور ہوئے ـ سلسلہ نسب یہ ہے :

,,مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمر بن حارث بن غیمان بن جثیل بن عمرو بن حارث،، (۱) .

یمن کے آخری شاھی خاندان خمیر کی شاخ ,,اصبح،، سے آپ کا تعلق تھا ـ یمن میں آپ کا خاندان دور جاھلی اور دور اسلام دونوں میں معزز و محترم رہا ـ

آپ کے خاندان میں سب سے پہلے آپ کے پردادا ابو عامر مشرف باسلام ہوئے ـ بعض روایات کی بنا پر اس شرف اندازی کی تاریخ خاصی قدیم ہے ـ یعنی ۲ ھجری، قاضی ابوبکر بن العلاء کا کہنا ہے کہ : ابو عامر غزوہ بدر کے علاوہ دوسرے تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے ـ (۲) ـ

محدثین اس روایت کو تسلیم نہیں کرتے ـ محدث ذھبی کہتے ھیں کہ : میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس نے امام مالک کے پردادا ابو عامر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں شمار کیا ھو » (۳) ـ

البتہ امام مالک کے دادا مالک بن ابی عامر کے بارے میں اتفاق ہے کہ وہ تابعی تھے ـ اور صحاح ستہ کے راویوں میں داخل ھیں ـ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ان کو ایک گونہ تعلق تھا ـ جن

سربکف نوجوانوں اور مخلصوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی لاش کو باغیوں اور دشمنوں کے قبضے سے نکال کر دفن کرنے کی خدمت انجام دی تھی ، ان میں یہ بھی تھے (۴) ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں افریقہ میں جو جنگیں لڑی گئیں ان میں بھی انھوں نے حصہ لیا ۔

ان بزرگوں میں بھی ان کا شمار ھوتا ہے جنھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قرآن مجید (مصاحف) کی کتابت کی تھی ۔ اور خلیفہ ثالث نے ان نسخوں کی نقلیں اسلامی حکومت کے مختلف مرکزی شہروں ، اور صوبائی دار الحکومتوں میں بھجوائی تھیں ۔

روایت حدیث میں انھیں حضرت عمر، حضرت عثمان ، حضرت طلحہ،، حضرت ابوھریرہ، حضرت حسان بن ثابت اور حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہم) سے شرف تلمذ حاصل ہے ۔ مؤطا میں بھی ان کی روایت سے حدیث ہے ۔ امام نسائی نے ان کی توثیق کی ہے ان کی علمی و دینی بصیرت اور سیاسی اھمیت کا اندازہ اس بات سے ھوتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنے دور حکومت میں بعض اھم سرکاری معاملات میں ان سے مشورے لیا کرتے تھے ۔ طویل عمر پائی ۔ بعض تذکرہ نگاروں نے ان کا سال وفات ۱۰۴ ھجری ذکر کیا ہے (۵) ۔

حبِ رسولؐ :

خود سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ :،،تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ھو سکتا جب تک وہ مجھے اپنی ذات سے ، اپنے ماں باپ سے اور دوسرے تمامِ لوگوں سے زیادہ محبوب نہ رکھے ۔ ،، جس کو جس درجہ ذات رسولؐ سے محبت ھوگی اس کا اسی درجہ کا ایمان ھوگا ، اس بات کو ھم یوں بھی کہہ

سکتے ھیں کہ جو جس درجے کا مومن ھوگا اس کو ذات رسولؐ سے اتنی ھی زیادہ محبت ھوگی ۔

امام مالک ایمان کے بھی اعلیٰ درجے پر فائز تھے اور حبِ رسولؐ میں بھی ان کے رتبے کو پا لینا دشوار تھا ۔ ان کا حال یہ تھا کہ جب حضورؐ کا نام مبارک زبان پر آتا تو چہرہ کا رنگ پیلا پڑ جاتا ، لوگ پوچھتے تو کہتے کہ : ھم نے جن نفوس قدسیہ کی زیارت کی ہے ان کی حالت مجھ سے بھی بڑھ کر تھی ۔

امام کے اصطبل میں کثرت سے گھوڑے اور خچر تھے مگر اس کے باوجود مدینہ میں کبھی سوار ھو کر نہیں چلتے تھے ۔ لوگ وجہ دریافت کرتے تو کہتے کہ : جن گلی کوچوں سے اور جن جن جگھوں سے حضور اقدس گزرے ھوں، اور وھاں آپ کے پائے مبارک رکھے گئے ھوں، مجھے شرم آتی ہے کہ میں ان مقامات سے کسی سواری پر سوار ھو کر گزروں " ۔ سواری پر سوار ھو کر گزرنا تو بڑی بات ہے ۔ حضور کے ادب و احترام کی یہ کیفیت تھی کہ مدینہ کی گلیوں اور بازاروں میں جوتے پہن کر بھی نہیں نکلتے تھے ۔

حدود حرم میں قضائے حاجت نہ کرتے ، حرم سے باھر نکل جاتے اور وھاں بھی یہ حالت ھوتی کہ چہرے کا رنگ پیلا پڑ جاتا ، خوف سے کانپنے لگتے اور کہتے کہ : "مجھے ڈر لگتا ہے کہ میں جس جگہ قضائے حاجت کے لئے بیٹھا ھوں یہاں کسی صحابی کا جسد مبارک دفن نہ ھو اور مجھ پر اللہ کا عذاب نازل ھو جائے " ۔ رسولؐ اور اصحاب رسولؐ کی محبت نے امام مالک پر عجیب کیفیت طاری کر دی تھی ۔

جس حجرے میں حضورؐ کا روضہ انور ہے اس کے قریب لوگوں کو اونچی آواز سے بولنے نہ دیتے اور کہتے کہ : یہ آستانہ نبوت سے

گستاخی ہے » ۔ اور یہ آیت پڑھ کر سناتے ۔ لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی، ولا تجھروا له بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون (٦) (اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو ، اور اس سے تڑخ کر نہ بولو جیسے تڑختے ہو ایک دوسرے پر، کہیں تمہارے سارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو) ۔

آج عام طور پر علماء جس مادی افلاس اور معاشی کس مپرسی کا شکار ہیں، اسے دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ علمائے سلف کی فیاضیاں ، شاہانہ داد و دھش اور فیاضیوں سے کم نہ تھیں ۔ امام ابو حنیفہ وسیع کاروبار کے مالک تھے اور ہزاروں درہم ماہانہ ضرورت مندوں کو وظیفے اور مشاہرے کے طور پر دیتے تھے ، جو طلبہ مختلف شہروں سے حصول علم کے لئے ان کے پاس آتے ان کے تمام اخراجات کی کفالت کرتے ۔ جو علماء اور ماہرین فن ان کی مجلس فقہ کے رکن تھے، ان کے تمام اخراجات کی ذمہ داری ابو حنیفہ کے سر تھی ۔ امام لیث بن سعد (م : ١٧٥ھ) مصری بھی دولت مند آدمی تھے ۔ لیکن اپنی دولت کا زیادہ حصہ ان طلبہ پر صرف کرتے جو دینی علوم کے حصول میں مشغول ہوتے ۔ مشہور فقیہ ربیعہ الرائی نے اپنی تعلیم پر بتیس ہزار دینار خرچ کئے ۔ یہی حال امام مالک کا تھا ، خود بھی شان و شوکت کے ساتھ رہتے اور دوسرے لوگوں کی بھی خوب مدد کرتے ۔

ایک بار امام شافعی آپ کے مہمان ہوئے ، آپ نے ان کی بے حد مدارات کی، اپنا اصطبل دکھایا، امام شافعی نے بعض گھوڑوں کی تعریف کی تو آپ نے وہ انہی کی نذر کر دیئے ۔ جب واپس جانے لگے تو درہم و دینار سے بھری ہوئی ایک تھیلی ان کی خدمت میں پیش

کی ۔ ہر سال امام شافعی کو گیارہ ہزار دینار مرحمت فرماتے تھے (۷) ۔

امام نے ہوش سنبھالا تو اپنے کو علم کے آغوش میں پایا، خود گھر اور گھر سے باہر تمام شہر اہل علم و فضل کا گہوارہ تھا ۔ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بہت سے صحابہ مدینہ سے نکل کر دوسرے شہروں، اور علاقوں میں چلے گئے تھے، لیکن کہتے ہیں کہ معدن، سونا نکلنے کے بعد بھی معدن ہی رہتا ہے۔ عہد نبوی میں اور پھر عہد نبوی کے بعد بھی پچیس برس تک خلافت راشدہ اور اسلامی ریاست کا مرکز رہا ، اکابر صحابہ نے جو علوم قرآن و سنت کے حامل و امین تھے اسی شہر میں زندگی بسر کی ۔ یہیں سنت نبوی کی خدمت کی ۔ اور یہیں سے یہ نور اطراف و اکناف میں پھیلا ۔ یہیں سے احکام و فتاویٰ فقہائے صحابہ کی مجلس میں طے ہو کر تمام دنیائے اسلام میں پھیلتے تھے ، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے دور خلافت میں جن مسائل میں اجتماع ہوا، اس کا شرف بھی مدینۃ النبی کو حاصل ہوا، اور اس اجماع میں فقہائے مدینہ کی حیثیت بنیادی پتھر کی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروقؓ، اور حضرت عائشہؓ صدیقہ جو اسرار شریعت کے راز داں تھے ۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و سنن کا متبع اور واقف کون ہو سکتا تھا ، حضرت عبداللہؓ بن عباس جو حبر الامت تھے ، حضرت ابوھریرہ سے بڑھ کر حدیث کا کوئی راوی اور حافظ نہ تھا۔ حضرت زید بن ثابت کاتب وحی تھے ۔ ان سب کی درس گاھیں مدینہ میں آباد تھیں جہاں دور دور سے لوگ آکر وحی و سنت کا علم حاصل کرتے تھے ۔

ان اکابر کے علاوہ جن کا علم مدینہ سے پھیلا، ان میں مکتب صدیق کے وارث عائشہ صدیقہ، قاسم بن محمد بن ابی بکر، اور حضرت اسماء بنت ابی بکر کے بیٹے عروہ، مسند فاروق کے جانشین عبداللہ بن عمر اور ابوھریرہ کے داماد سعید بن مسیب بہت نمایاں ھیں ، امام مالک انھی بزرگوں کے علمی وارث بنے ۔

امام مالک کے بارے میں یہ بات کہی جاتی ہے کہ انھوں نے بعض دوسرے فقہاء اور محدثین کی طرح مختلف شہروں اور علاقوں کے سفر نہیں کئے ۔ امام شافعی ، امام احمد بن حنبل اور امام بخاری نے حصول علم کی خاطر بہت زیادہ سفر کئے ۔ مگر امام مالک کی ساری زندگی مدینہ میں گزری ، وہ صرف ایک بار مدینۃ النبی سے باھر گئے اور وہ بھی فرض حج کی ادائیگی کے لئے ۔ لیکن ان کے ایک شہر میں محصور رہنے سے ان کے حصول علم پر کوئی اثر نہیں پڑا ۔ کیوں کہ جن لوگوں نے مختلف شہروں اور علاقوں کا سفر کیا وہ اس لئے کہ وہ اگر سفر نہ کرتے تو صرف انھی اھل علم و فضل سے استفادہ کر سکتے جو ان کے شہر میں تھے ۔ اور اس طرح وہ علم و فضل کے ان خزانوں سے محروم رہتے جو دوسرے شہروں میں محفوظ تھے ۔ امام مالک کا معاملہ ان حضرات سے بالکل مختلف تھا ، ان کی پیدائش،نشوونما ، اور قیام مدینہ میں رھا، مدینہ کو یہ فخر اور امتیاز حاصل تھا کہ وھاں تمام عالم اسلام کے علماء اور فضلاء آتے تھے ، اور بطور خاص حج کے مہینوں میں ۔ بیت اللہ کی حاضری کے بعد روضہ رسول پر حاضری کا شوق اور جذبہ ھر ایک کو وھاں کھینچ لاتا تھا ۔ جس کا اپنا گھر ، اور شہر لعل و جواھر کی کان ھو ، اسے باھر جاکر دوسروں کے آگے ھاتھ پھیلانے کی کیا ضرورت ہے ۔ (۸)

یہی حال امام مالک کا تھا ۔ انھوں نے مدینہ میں رھتے ہوئے بھی نہ صرف حجاز بلکہ شام، عراق اور مصر کے علماء ، فقہاء اور محدثین سے بھرپور استفادہ کیا ۔

مکتب صدیق کے وارثوں اور مسند فاروق کے جانشینوں کے علاوہ مدینہ میں چند اور ممتاز علماء اور مشاہیر بھی تھے ۔ مثلاً ھشام بن عروہ، محمد بن منکدر، عبیداللہ بن عقبہ بن مسعود، محمد بن مسلم بن شہاب الزہری، عامر بن عبداللہ، جعفر صادق، ربیعة الرائی، ابوسہیل، نافع بن مالک اور سلیمان بن یسار وغیرہ ۔ یہ وہ حضرات تھے جن کی خداداد صلاحیت، محنت اور فضل و کمال کی بدولت دینی علوم نے غیر معمولی ترقی کی (۹) ۔

یہ تھا گھر اور شہر کا وہ ماحول جس میں امام مالک نے آنکھ کھولی، پروان چڑھے ، تعلیم و تربیت پائی اور پھر دنیائے اسلام کے محدث کبیر ، فقیہ، اور مجتہد بنے ۔

حفظ قرآن :

دینی تعلیم کا سب سے پہلا مرحلہ حفظ قرآن ہے ، اس کے بعد تجوید کا مرحلہ آتا ہے ، امام نے پہلے قرآن کریم حفظ کیا، اس کے بعد نافع بن عبدالرحمن (م : ۱٦۹ھ) سے عرضاً قرأت سیکھی ، یعنی امام مالک پڑھتے تھے اور وہ سنتے تھے ۔ امام مالک نے حروف قرآنی کی ادائیگی میں مہارت حاصل کی ۔ نافع ان سات قاریوں میں سے ایک ھیں جن کی قرأت کے مطابق قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے ، یہ تجوید و قرأت میں اھل مدینہ کے امام تھے (۱۰) ۔

علم حدیث کی طرف توجہ :

حفظ قرآن اور علم تجوید و قرأت کے حصول کے بعد امام مالک حصول علم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے، مدینہ تو علم و حکمت کا

چمن زار تھا ھی ، امام نے خود اپنے گھرانے کو علم کی طرف رغبت دلانے والا پایا ، گھر والوں سے اس خواھش کا اظہار کیا کہ وہ علماء کی مجلسوں میں جائیں ، ان سے علم و ادب حاصل کریں، والدہ نے یہ بات سنی تو ان کی خوشی کی انتہاء نہ رھی ۔ انھوں نے امام کو نئے کپڑے پہنائے ، سر پر عمامہ باندھا، اور کہنے لگیں : ,, جاؤ ابھی ربیعہ کے پاس جاؤ، اوز ان سے علم سیکھو ،، (۱۱)۔

امام مالک کے بعض ھم عصر کہتے ھیں کہ : ,, جب ھم نے مالک کو ربیعہ الرائی کے حلقہ درس میں دیکھا تو وہ بہت چھوٹے تھے اور ان کے کان میں بالی تھی ،، اس سے اس بات کی نشان دھی ھوتی ہے کہ امام مالک نے بچپن ھی میں حصول علم کی ابتداء کر دی تھی ، اپنے بارے میں خود ان کا بیان ہے : کنت اتی نافعاً وانا غلام حدیث السن (۱۲) ۔ (میں نے نافع کے پاس اس وقت آنا شروع کیا (حصول علم کیلئے) جب کہ میں چھوٹا تھا) ۔

یہاں جن نافع کا ذکر ہے یہ وہ نافع نہیں ھیں جن سے تجوید و قرأت کا علم حاصل کیا ، یہ نافع حضرت عبداللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام تھے ۔ تیس برس ابن عمر کی خدمت میں رھے ، ان کے علاوہ حضرت عائشہ صدیقہ ، حضرت ام سلمہ، حضرت ابوھریرہ، اور حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہم) سے روایت حدیث کی ، امام اوزاعی، ایوب سختیانی، ابن جریج اور مالک بن انس جیسے ائمہ حدیث ان سے تلمذ کی نسبت رکھتے ھیں ، عمر بن عبدالعزیز نے جو خود ایک محدث، مجتہد اور ناقد فن تھے ، اپنے دور خلافت میں نافع کو اھل مصر کی تعلیم کے لئے بھیجا تھا ۔ امام کی عمر چوبیس برس تھی جب نافع کا (۱۱۷ھ میں) انتقال ھوا ۔

نافع جب تک زندہ رہے امام مالک ان کے حلقہ درس میں حاضر رہے، نافع سے ابن عمر کے اقوال پوچھتے اور وہ بیان کرتے ، امام مالک کو نافع کے ساتھ اپنے علمی ربط و تعلق پر اتنا ناز تھا ، کہا کرتے کہ:

,,جب میں ابن عمر کی حدیث نافع کی زبان سے سن لیتا ہوں تو پھر مجھے اس کی پروا نہیں رہتی کہ کسی اور کی زبان سے بھی اس کی تائید سنوں،، ۔ امام مالک جس حدیث کو نافع اور ابن عمر کے واسطے سے بیان کرتے ہیں ، محدثین اس سند کو سلسلة الذهب یعنی سونے کی زنجیر سے تعبیر کرتے ہیں (۱۳) ۔

ربیعة الرائی (م: ۱۳٦ھ) امام مالک کے پہلے استاد ہیں، ان کی والدہ نے انہیں سب سے پہلے انہی کے پاس بھیجا تھا، اور یہ تاکید کی تھی کہ : ,, ربیعہ سے صرف علم ہی نہیں ادب بھی سیکھو ،، ۔ چنانچہ امام نے حدیث اور فقہ دونوں میں ربیعہ سے استفادہ کیا ۔

دیگر اساتذہ :

امام مالک نے جن شیوخ سے حدیث اور فقہ حاصل کی ، ان میں ابن ہرمز (م : ۱۴۰ھ) کا نام بھی نمایاں ہے ، ابن ہرمز حدیث اور فقہ کے علاوہ علم کلام کے بھی ماہر تھے ۔ اس لئے خیال یہ ہے کہ امام نے ان سے علم کلام میں بھی استفادہ کیا ۔ ابن ہرمز کے بارے میں امام مالک کہا کرتے تھے : ,,ابن ہرمز ان لوگوں کا رد کرنے میں بہت ماہر اور مستعد ہیں جو ذاتی آراء کے مطابق فیصلے کرنے کے عادی ہیں،، (۱۴) ۔

ابن ہرمز کی خدمت میں امام سات برس اور بعض روایات کی بنیاد پر آٹھ برس رہے ۔ ان سے امام مالک بہت متأثر تھے ، مجلسوں میں ان کے پاکیزہ کردار کی تعریف کرتے ۔ ان کی یہ عادت اور بلند حوصلگی خصوصیت سے بیان کرتے کہ : ,, جب ان سے کوئی سوال کیا

جاتا ، اور انهیں اس کا صحیح اور مدلل جواب معلوم نه هوتا تو صاف کهدیتے که مجھے معلوم نهیں ۔ امام مالک کو ان کا یه طرز اتنا پسند تها که انهوں نے بهی اسے اپنا لیا تها ،،(۱۵) ۔

محمد بن مسلم بن شهاب الزهری (م : ۱۲۴ھ) سے بهی امام مالک نے علم حاصل کیا، صحابه کے بعد تابعین میں جو لوگ روایت و حدیث کے اساطین هیں ، ان میں امام زهری کا رتبه سعید بن مسیب کے سوا سب سے بڑھ کر ہے۔ صحاح سته ، جو بلاشبه مسلم علماء کے لئے ایک قابل فخر کارنامه ہے ، ابن شهاب زهری کی روایات سے مالا مال ہے ، ابوبکر بن حزم کے بعد علم حدیث کے یه دوسرے مدون هیں ۔ فقهائے سبعه اور شیوخ مدینه کے سینوں میں جو علم منتشر تها ، ابن شهاب نے اس کو یک جا جمع کیا ، اور پهر یهی علم امام مالک بن انس کی ذات میں مرتکز هوا ۔

ناقدین حدیث کا کهنا ہے که : ,, امام زهری سے بڑھ کر حدیث کے متن اور سند کا جاننے والا کوئی نه تها ،، ۔ عمرو بن دینار، سفیان بن عیینه، اوزاعی ، اور ابن جریج جیسے جلیل القدر محدثین زهری کے تلامذه میں شامل هیں ۔ لیکن ان میں سے زیاده جس نے ان کے نام کو روشن کیا اور ان کے محفوظ کرده علم کو آنے والی نسلوں تک پهنچایا وه هیں امام مالک بن انس ۔ امام نے ان سے المؤطا میں ۱۳۲ حدیثیں روایت کی هیں ۔

امام احمد بن حنبل رجال حدیث کے بہت بڑے ناقد هیں ، ان سے ان کے بیٹے نے پوچها : ,,زهری کے شاگردوں میں سب سے زیاده وثوق اور اعتماد کے قابل کون ہے ،، ؟ تو ابن حنبل نے جواب دیا : ,, مالک بن انس سب سے بڑھ کر هیں ،، ۔

امام زهری نے ۱۲۴ هجری میں وفات پائی (۱۶) ۔

امام جعفر صادق جن کا پورا نام جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہے ، امام مالک کے اساتذہ میں ھیں ۔ معروف ناقد رجال ابوحاتم کہتے ھیں کہ : امام جعفر صادق جیسی شخصیت کے بارے میں یہ پوچھنا کہ وہ کیسے تھے ، ان کی شان کو گھٹا دینے کے مترادف ہے ،، ، ابن حبان کا قول ہے : ,, امام ، سادات اھل بیت ، عباد تبع تابعین اور علمائے مدینہ میں سے تھے ،، ۔ یحیی بن معین نے ان کو مامون و مذثوق کہا ہے ۔

امام مالک نے مؤطا میں ان کی روایات درج کی ھیں ۔ ۱۴۸ ھجری میں انھوں نے وفات پائی ۔

محمد بن منکدر سے بھی امام مالک کا رشتہ تلمذ ہے ۔ اپنے والد منکدر بن عبداللہ ، حضرت عبداللہ بن عمر ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابو ایوب انصاری ، حضرت ابوھریرہ اور حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کرتے ھیں، امام زھری اور امام ابو حنیفہ جیسے محدث اور فقیہ بھی آپ کے شاگردوں میں شامل ھیں ، ابن عیینہ کا قول ہے کہ : ,, محمد بن منکدر صدق و راستی کے معدون تھے، ۱۳۱ ھجری ان کا سال وفات ہے (۱۷) ۔

ابو حازم سلمۃ بن دینار (م : ۱۴۰ ھ) محمد بن یحیی انصاری (م : ۱۲۱ ھ) اور ابو سعید یحیی بن سعید انصاری (م:۱۴۳ھ) کا شمار بھی امام کے شیوخ اور اساتذہ میں ھوتا ہے (۱۸) ۔

امام مالک نے ابن شہاب زھری سے استفادے میں سب سے زیادہ توجہ اور گرم جوشی سے کام لیا ، اس سے پہلے وہ ابن ھرمز اور نافع سے بہت کچھ سیکھ چکے تھے ، ان کے گھر جاتے ، گھنٹوں ان کی فرصت کا انتظار کرتے تاکہ یک سوئی کے ساتھ علم حاصل کر سکیں۔

اس سے کہیں زیادہ توجہ ابن شہاب زھری سے حصول علم پر صرف کرتے ۔

اس دور میں لکھنے لکھانے کا رواج بہت کم تھا ، شاگرد استادوں سے جو کچھ سنتے اسے یاد کر لیتے ۔ لوگوں کے حافظے قوی تھے ۔ لکھنے سے زیادہ یاد رکھنے کی روایت اور عادت نے لوگوں کی یادداشتوں کو بہت مضبوط اور قابل اعتماد بنا دیا تھا ۔ لیکن اس کے باوجود ابن شہاب زھری کا یہ معمول اور طریقہ تھا کہ وہ اپنے شاگردوں کو اس بات کی ترغیب دیتے کہ وہ ان سے جو حدیث سنیں اسے محفوظ کر لیں اور ضبط تحریر میں لے آئیں ۔ وہ جانتے تھے کہ حافظہ کتنا ھی قوی کیوں نہ ہو ، کتابت سے محفوظ ذریعہ نہیں ھو سکتا ۔ حافظہ ایک شخص کا قابل اعتماد ہے لیکن ضروری نہیں کہ ہر شخص کا ایسا ھی ھو ۔ اس لئے زبانی یادداشت پر مکمل بھروسہ نہیں کیا جا سکتا ۔ یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتابت وحی کا بے حد اہتمام فرماتے ۔ جو آیت نازل ہوتی اسی وقت لکھوا دیتے ۔ حفظ اور یادداشت پر بھروسہ نہیں فرماتے تھے اور پھر کتابت وحی کی ذمہ داری بھی منتخب صحابہ کے سپرد ھوتی تھی ۔

احادیث رسولؐ کی کتابت کا رواج نبی علیہ السلام کی زندگی ھی میں ھو گیا تھا لیکن جوں جوں عہد نبویؐ سے بعد ھوتا گیا، احادیث رسولؐ کی کتابت کا اہتمام بڑھتا گیا، ابن شہاب زھری کی نظر اس بارے میں بڑی دور رس تھی وہ سمجھتے تھے کہ سنت رسولؐ کو بھی قرآن حکیم کی طرح ضبط تحریر میں لانا ضروری ہے تاکہ وہ بھی آنے والی نسلوں کے لئے اپنی اصل شکل و صورت میں محفوظ ھو جائے ۔ اور صرف لوگوں کی یادداشتوں کی رھین منت نہ رھے ۔

امام مالک، ابن شہاب زھری کی مجلس میں جاتے ، جس قدر حدیثیں وہ بیان کرتے انہیں یاد بھی کرتے اور لکھ بھی لیتے ۔ ابن شہاب ، امام مالک کے ھاتھ سے ان کا لکھا ھوا لے لیتے اور زبانی

سنتے ، انھیں گزشتہ دن کا سنا ھوا یاد ھوتا اور وہ لکھے ھوئے کی مدد کے بغیر زھری کو سب کچھ سنا دیتے (۱۹) ۔

دور ابتلاء :

عام طور پر ان شخصیتوں کو مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن کا رائے عامہ پر اثر ھوتا ہے اور حکومت وقت اس بات سے خائف رھتی ہے کہ اگر کسی معاملے میں ان کے اور حکومت کے درمیان اختلاف ھوا تو نہ صرف عوام بلکہ اھل علم و فضل بھی ان کا ساتھ دیں گے ۔ امام مالک اپنی علمی مرکزیت، وجاھت اور غیر معمولی اثر ورسوخ کی وجہ سے ایسی ھی ایک شخصیت تھے ۔ طلاق مکرہ کے بارے میں ان کے اور حکومت کے درمیان اختلاف رائے پیش آیا ۔

امام ابو حنیفہ اور بعض دیگر فقہاء کا مسلک یہ تھا کہ اگر کسی شخص کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور وہ اس جبر و اکراہ سے مجبور ھو کر اسے طلاق دے دے تو طلاق واقع ھو جائے گی ۔ لیکن امام مالک کی رائے ہے کہ طلاق واقع نہ ھوگی ۔

جعفر بن سلیمان (والی مدینہ) نے امام صاحب کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی اس رائے کا علانیہ اظہار نہ کریں ، اور نہ ھی اس بارے میں فتویٰ دیں ۔ لیکن امام صاحب نے علی الاعلان اپنی رائے کا اظہار کیا اور اس کے نتیجے میں کوڑوں کی سزا تک گوارا کی (۲۰) .

وفــات :

سیوطی اور زرقانی کے بقول امام مالک نے بائیس یوم شدید مرض میں گزارے، گیارہ ربیع الأول ۱۷۹ ھـ کو داعی اجل کو لبیک کہا، بعض نے چودہ بعض نے گیارہ اور بعض نے دس ربیع الأول تاریخ وفات بیان کی ۔

بروایت صحیحہ ۹۳ ھجری آپ کی تاریـخ پیـدائش اور ۱۷۹

هجری تاریخ وفات ہے ، اس حساب سے چھیاسی سال عمر پائی ، ساٹھ برس مسند درس اور منصب افتاء پر فائز رہے (۲۱) ۔

کسی صاحب علم نے امام مالک کے بارے میں جو قطعہ کہا ، اس سے ان کے سن پیدائش اور سن وفات دونوں کا تعین ہوتا ہے :

فخر الائمة مالک نعم الامام السالک

مولده ,, نجم هُدی » وفاته ,,فاز مالک »

۹۳ ھ ۱۷۹ھ

اس قطعہ سے تاریخ پیدائش ۹۳ هجری، اور تاریخ وفات ۱۷۹ هجری ظاهری هوتی ہے (۲۲) ۔

المؤطا :

پہلی صدی ہجری کے آخر تک احادیث نبوی کا ذخیرہ صحابہ کے سینوں میں محفوظ تھا، صرف چند صحابہ نے الگ الگ یادداشتیں بنا رکھی تھیں ، قرن اول کے اختتام پر صحابہ کے بعد دوسری نسل (تابعین) ابھری ۔ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ مسلمین ہوئے ، ان کی حیثیت خلیفہ اور حکمران کے ساتھ محدث کی بھی تھی، حافظ ذہبی نے ان کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے ۔ ان کے علمی رتبے کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ امام مالک مؤطا میں ان کے فتاوی سے استدلال کرتے ھیں ۔ کتابی شکل میں احادیث کی تدوین انھی کے حکم سے شروع ہوئی اور احادیث کا سب سے پہلا مجموعہ ابوبکر بن حزم (م : ۱۰۰ھ) نے مرتب کیا ، ابوبکر بن حزم کے بعد دوسرا مجموعہ حدیث محمد بن شہاب زہری (م : ۱۲۴ھ) نے مرتب کیا (۲۳) ۔

ابوبکر بن حزم نے جو مجموعہ مرتب کیا وہ عموماً صحابہ کے فتاویٰ پر مشتمل تھا ، اور امام زہری کا نسخہ حدیث ابواب و فصول میں منقسم نہ تھا ۔

ان دو مجموعہ ہائے احادیث اور فتاوائے صحابہ کے بعد ربیع بن صبیح اور سعد بن ابی عروبہ نے احادیث اور فتاوائے صحابہ کی جمع و تدوین کا کام کیا لیکن ان دونوں نے ہر باب الگ الگ مرتب کیا (۲۴)

جلال الدین سیوطی (م : ۹۱۱ھ) ابن عبدالبر (م : ۴۶۳ھ) کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ : امام مالک سے پہلے عبدالعزیز بن ماجشون (م : ۲۱۲ھ) نے کتابی صورت میں ایک مجموعہ مرتب کیا، اور اس کا نام ,, مؤطا ،، رکھا ۔ اس میں صرف ان احکام و مسائل کو جمع کیا جن پر اہل مدینہ کا اجماع تھا ، امام مالک کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے ابن ماجشون کی اس کوشش کی تعریف کی مگر اس بات پر تنقید کی کہ انہوں نے اس میں احادیث کو شامل نہیں کیا اور کہا : اگر میں اس طرح کا مجموعہ مرتب کرتا تو اس میں احادیث رسولؐ اور آثار صحابہ کو شامل کرتا ،،(۲۵) ۔

امام مالک کی مؤطا سے پہلے جو مجموعے مرتب ہوئے ، تاریخ انہیں بعد میں آنے والوں کے لئے محفوظ نہ رکھ سکی اور غالباً یہی بات قاضی ابوبکر محمد ابن العربی (م : ۵۴۶ھ) اور بعض دوسرے اہل علم کے یہ کہنے کا سبب بنی کہ : ,, شرائع اسلام میں تالیف کی جانے والی پہلی کتاب موطا مالک ہے ،،(۲۶) ۔

امام مالک کے عہد میں اور بھی مجموعہ ہائے حدیث مرتب ہوئے ۔ مثلاً مکہ میں ابن جریج نے ، شام میں اوزاعی نے ، کوفہ میں سفیان ثوری نے ، اور خراسان میں ابن مبارک نے اپنے اپنے مجموعے مرتب کئے ۔ مرکز نبوت ، اور مہبط وحی یعنی مدینہ منورہ کی حدیثوں کی جمع و ترتیب کی سعادت مالک بن انس کے حصے میں آئی ۔

حافظ ابن حجر (م : ۸۵۲ھ) کہتے ہیں کہ : ,, یہ فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ ان میں سے کون سا مجموعہ پہلے مرتب ہوا ، یا کون

کس سے مقدم ہے ؟ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان سب کا زمانۂ تالیف ۱۴۰ ھجری سے ۱۵۰ ھجری تک کا درمیانی عرصہ ہے ،، (۲۷) ۔

مدینہ میں احادیث کے علاوہ صحابہ کے فتاویٰ بھی محفوظ تھے ۔ چنانچہ امام مالک نے موطا میں احادیث کے علاوہ اکابر صحابہ کے آثار و فتاویٰ کو بھی شامل کیا (۲۸) ۔

صحابہ کے فتاویٰ ، فقہی مسائل اور خود امام مالک کے اپنے اجتہادات کو شامل کرنے کے باعث مؤطا کی حیثیت محض ایک مجموعہ حدیث کی نہیں رہی بلکہ تدوین فقہ اسلامی کے سلسلے میں بھی اسے سنگ میل کا درجہ حاصل ہوا ۔

اھل علم نے مؤطا کی فقہی حیثیت کو اس حد تک تسلیم کیا کہ یہاں تک کہا کہ : شافعی مذھب کی اساس بھی مؤطا ھی پر استوار ہوئی ہے ۔ اگرچہ امام شافعی نے بعض امور میں ان سے اختلاف بھی کیا ہے اور بعض روایات کو ترجیح دینے میں بھی ان کی رائے امام مالک سے مختلف ہے ۔ لیکن بعض امور میں اختلاف کے باوجود موطا کا اس حد تک اعتراف کیا ہے کہ کتاب اللہ کے بعد اسے سب سے نفع بخش اور مفید کتاب قرار دیا ہے اور کہا : ،، روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد حق اور صواب سے قریب تو کوئی کتاب مؤطا کے علاوہ نہیں ہے ،، ۔ نیز فرمایا کرتے کہ : میں نے مؤطا کا جتنی گھری نظر سے مطالعہ کیا ، میرے علم اور فہم میں اتنی ھی زیادتی ہوئی ،، ۲۹) ۔

اسی طرح امام محمد بن حسن شیبانی کی فقہ ، جو المبسوط وغیرہ میں ہے ، اس کا سرمایہ اور راس المال بھی موطا ھی ہے ۔ کیوں کہ آثار ابوحنیفہ جو امام محمد ان سے روایت کرتے ھیں ، فقہ کے تمام مسائل کے لئے کافی نہ تھے ۔ اسی بنا پر امام محمد بن حسن اپنی مؤطا میں جو انھوں نے امام مالک سے روایت کی ہے ، اکثر یہ جملہ

لکھتے ھیں : اور یہ میرا قول ہے اور ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے (۳۰)۔ مؤطا کے بارے میں ابن حزم کی رائے بھی یہی ہے کہ : یہ حدیث اور فقہ دونوں کا مجموعہ اور مشترک کتاب ہے » (۳۱)

بہر کیف ایک فقیہ کی حیثیت سے امام مالک سے جو کچھ منقول ہے ، یا ان کی طرف جو کچھ منسوب ہے ، اس میں سب سے مستند مؤطا ہے۔

زمانۂ تالیف :

مؤطا کا مقام تالیف بلاشبہ مدینہ ہے۔ کیوں کہ امام مالک ھمیشہ مدینہ ھی میں مقیم رھے ، انھوں نے سفر حج کے علاوہ کبھی مدینہ سے باھر قدم نہیں نکالا ، لیکن زمانۂ تالیف کے بارے میں دو روایتیں ھیں۔

ایک روایت تو یہ ہے کہ موطا کا زمانۂ تالیف ۱۳۰ ھجری سے ۱۴۰ ھجری کا درمیانی عرصہ ہے۔ ۱۳۰ ھجری سے زوال بنی امیہ کی تاریخ شروع ھوتی ہے اور ۱۳۳ ھجری سے خلافت بنی عباس کی ابتداء ھوتی ہے منصور نے اپنے دور خلافت میں دو حج کئے۔ پہلا ۱۴۰ ھجری میں ، اور دوسرا ۱۴۴, ھجری میں ، ۱۵۸ ھجری میں جب تیسرے سفر حج کے لئے روانہ ھوا تو حج سے پہلے دوران سفر ٦ ذی الحجہ کو وفات پائی اور حج نہ کر سکا (۳۲) ۔

۱۴۰ ھجری میں جب منصور مناسک حج سے فارغ ھو کر مدینہ منورہ آیا تو شہر کے شرفاء اور علماء نے اس کی پذیرائی کی ، اھل علم اس سے ملنے کے اس لئے بھی مشتاق تھے کہ کل تک جو شخص علم حدیث کی محفلوں میں ھمارے ساتھ برابر کا شریک تھا ۔ دیکھیں امارت و خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد کس حال میں ہے۔

مجلس ، علماء فقہاء اور محدثین سے بھری تھی ، منصور نے امام مالک کی طرف روئے سخن کر کے خطاب کیا :

,, اے ابو عبداللہ (امام مالک کی کنیت) میں فقہاء کے اختلاف آراء اور مفتیوں کے مختلف فتاویٰ سے گھبرا گیا ہوں۔ حجاز کا فقیہ کسی مسئلہ میں ایک رائے دیتا ہے ، عراق کا فقیہ اس کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے۔ ایک ہی مسئلہ میں دو مفتیوں کے فتاویٰ آپس میں نہیں ملتے ، حجاز اور بالخصوص مدینہ آج بھی علم کا سب سے بڑا مرکز ہے ، آپ حجازی علماء کے سرخیل ہیں، میری خواہش ہے کہ آپ کی کتاب موطا کو نہ صرف فقہی آراء اور فتاوی کے بارے میں اصل اور بنیاد قرار دے دوں کہ علماء اسی کے مطابق فتوے دیا کریں بلکہ فصل مقدمات میں اس کی حیثیت جامع الاحکام کی ہو ، حکومت کے حکام اور عمال جو فیصلے کریں وہ بھی اسی کے مطابق کریں "(۳۳) ۔

اس روایت اور واقعہ سے اس بات کی نشان دھی ہوتی ہے کہ ۱۴۰ هجری میں جب منصور مدینہ منورہ آیا اس وقت امام مالک مؤطا کی ترتیب و تدوین سے فارغ ہو چکے تھے ۔

امام مالک کے لئے یہ ایک سنہری موقعہ تھا ، وہ اگر منصور کی اس تجویز کو مان لیتے تو پوری اسلامی دنیا میں فقہ مالک کی ترویج و اشاعت اور نفاذ کی ایک ٹھوس اور وسیع تر بنیاد پڑ جاتی ۔ لیکن انہوں نے اس تجویز سے اتفاق نہیں کیا ، اور کہا :

,,حضور علیہ السلام کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد صحابہ مدینہ سے نکل کر ملک کے مختلف حصوں میں پھیل گئے تھے ۔ ان کی آراء اور فتاوی وراثۃً ان علاقوں کے علماء اور فقہاء تک پہنچے ہیں اور ان علاقوں میں

وهی مقبول هیں - ان حالات میں، میں مناسب نہیں سمجھتا که ایک شخص کی رائے ، عقل ، اور اجتهاد کو سب کے لئے حجت قرار دیا جائے ، اور سب کو اس پر عمل کے لئے مجبور کیا جائے - کیوں که ایک شخص کی رائے ، فکر ، اور اجتهاد میں صحت اور غلطی دونوں کا امکان ہے » (۳۴) -

ابن عبدالبـر نے جامع بیان العلم میں ، ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ میں، ابو نعیم اصبہانی نے حلیة الاولیاء میں، اور حاجی خلیفه نے کشف الظنون میں اسی کو ترجیح دی ہے که جب منصور نے ۱۴۴ هجری میں آخری حج کیا تو مؤطا مکمل هو کر اهل علم میں معروف و متداول هو چکی تھی -

دوسری روایت یه ہے که امام مالک نے منصور کے کہنے پر مؤطا کی تدوین و تالیف شروع کی ، اور تالیف مؤطا کی درخواست منصور نے ۱۴۸ هجری میں کی ، یه روایت بھی ابن عبدالبر نے الانتقـاء کے حاشیے (ص : ۴۰) میں نقل کی ہے ، نیز اس میں یه بھی اضافه ہے که:

یه وہ موقعه تھا جب خلیفه منصور امام ابو یوسف کے همراہ ۱۵۸ هجری میں حج کے لئے آیا اور اس نے امام مالک سے تدوین موطا کے بارے میں گفتگو کی - اور خلیفه منصور نے تالیف مؤطا کے سلسلے میں یه درخواست که : آپ جو مجموعه احکام مرتب کریں اس میں نه عبدالله بن عمر کی سختیاں هوں ، نه عبدالله بن عباس کی رخصتیں ، اور نه عبدالله بن مسعود کے شذوذ» اس سے پہلے سفر حج کے موقعه پر پیش کی تھی ، یعنی ۱۴۴ هجری میں (۳۵) -

اس روایت پر یه اعتراض ممکن ہے که ۱۵۸ هجری میـں تو منصور حج کر هی نہیں سکا ، ٦ ذی الحجه کو اس کا انتقال هو گیا ،

تو اس صورت میں اس کی امام مالک سے ملاقات کیسے ہوئی ؟

میرے نزدیک اس میں تطبیق زیادہ مشکل نہیں ہے اور وہ اس طرح کہ یہ ممکن ہے کہ منصور مناسک حج سے پہلے مدینہ منورہ گیا ہو ، اور عام طور پر بہت سے حجاج ایسا ہی کرتے ہیں کہ پہلے مدینہ میں قیام کرتے ہیں اور پھر مناسک حج کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ جاتے ہیں ۔

اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام مالک نے مؤطا کی تالیف و تدوین کا آغاز مدینہ میں منصور کی آمد کے بعد کیا اور منصور کے دور خلافت میں وہ اسے مکمل نہ کر سکے ۔ مؤطا ۱۵۹ ھجری میں مکمل ہوئی ، اس وقت (۱۵۸ ھ میں) منصور کا انتقال ہو چکا تھا ۔

مختلف روایات کو جوڑنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مؤطا کی تدوین میں کافی عرصہ لگا، امام مالک نے زندگی کے آخری لمحے تک اس میں حذف و ترمیم ، اور نظرثانی کا عمل جاری رکھا ، اس سے شاید بعض حضرات کو یہ شبہ ہوا کہ منصور کی زندگی میں مؤطا مکمل نہیں ہو سکی تھی ۔ لیکن اہل علم و فضل نے ترجیح اسی بات کو دی ہے اور قرائن بھی اسی پر دلالت کرتے ہیں کہ مؤطا کی تدوین و تالیف کا مرحلہ ۱۵۸ ھجری سے پہلے منصور کے عہد حکومت ہی میں مکمل ہو چکا تھا ۔

منصور کے بعد اس کے جانشینوں مہدی اور ہارون رشید نے بھی اس خواہش کا اظہار کیا کہ تمام مفتیوں اور حکام و عمال کو اس بات کا پابند کر دیا جائے کہ وہ مؤطا کے مطابق فتوے دیں اور اسی کے مطابق فیصلے کریں ۔ لیکن امام مالک کی رائے تھی کہ اس قسم کا اختلاف امت کے لئے مفید ہے ، حکام کو یہ سہولت ہو گی کہ وہ ہر علاقے کے عرف اور رسم و رواج کے مطابق فیصلے کر سکیں گے ، اور

لوگوں کو اس حد تک سہولت بہم پہنچا سکیں گے جہاں تک قرآن اور سنت کے خلاف نہ ہو۔

مدینہ کے دوسرے اہل علم کو جب یہ خبر پہنچی کہ امام مالک مؤطا کی تالیف و تدوین میں مشغول ہیں تو انہوں نے بھی مؤطا کے طرز پر احادیث کے مجموعے مرتب کرنا شروع کئے ، لوگوں نے امام صاحب سے اس کا ذکر کیا تو صرف اتنا کہا : بقا حسن نیت کو ہے ، اور عنقریب لوگ جان‌جائیں گے کہ اس مجموعہ احادیث کی ترتیب سے میری غرض اللہ کی خوشنودی کے سوا اور کچھ نہیں ،، (۳٦).

وجہ تسمیہ :

لفظ ,,مؤطا،، توطیہ کا اسم مفعول ہے ، جس کے معنی ہیں روندنے اور کسی چیز پر چلنے کے ، مؤطا کے لغوی معنی روندا ہوا ، یا چلا ہوا، تیار کرنے، اور نرم و سہل بنانے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں :

,,روندے ہوئے یا چلے ہوئے کے مجازی معنی یہ ہیں کہ جس پر علماء اور ائمہ چلے ہوں ، اور جس کو ان کی آراء نے روندا ہو ، یعنی سب نے اس پر نقد و جرح کی ہو، اور اس کے مضامین اور اسلوب سے اتفاق کیا ہو۔ اس طرح اس کے معنی متفق کے ہوئے ۔ کیوں کہ تکمیل کے بعد تمام علماء اور محدثین نے اس سے اتفاق کیا ، لیکن میرے نزدیک اس سے زیادہ صحیح تعبیر یہ ہے کہ مؤطا اس راستہ کو کہتے ہیں جس پر کثرت سے لوگ گزرتے ہیں ، سنت کے معنی بھی راستے کے ہیں۔ یہ وہ راستہ ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے ، مؤطا وہ پامال راستہ ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

بعد تمام صحابہ گزرے ۔ غرض مؤطا کا لفظ اپنی حقیقت کا خود آپ مفسر ہے ، کہ یہ ان مسائل پر مشتمل ہے جن پر صحابہ کا عمل رہا ہے اور جن پر جمہور سلف چلے ھیں ،، (۳۷) ۔

ابو حاتم رازی سے سوال کیا گیا کہ : اس کا نام مؤطا کیوں رکھا گیا ؟ تو انھوں نے جواب دیا : ,, امام مالک نے اسے اس انداز سے مرتب کیا کہ لوگوں کے لئے اس کا سمجھنا سہل اور آسان ہو گیا ،، (۳۸) ۔

خود امام مالک کا کہنا ہے :

,,میں نے اس کتاب کو مرتب اور مکمل کرنے کے بعد مدینہ کے ستر (۷۰) فقہاء اور محدثین کے سامنے پیش کیا ، سب نے اس کی توثیق کی ، اور اس کے مضامین اور ترتیب سے اتفاق کیا ، اس بنا پر میں نے اس کا نام ,,مؤطا ،، تجویز کیا ،، (۳۹) ۔

خصوصیات مؤطا :

۱ : مؤطا کے دور تدوین میں حدیث کے جو مجموعے مرتب کئے گئے ان میں احادیث سے زیادہ صحابہ کے آثار و فتاویٰ تھے ۔ لیکن مؤطا میں امام مالک نے احادیث کو بنائے اول قرار دیا ، اور صحابہ کے آثار و فتاویٰ کو بنائے ثانی ۔

۲ : حدیث کے جو دوسرے مجموعے مرتب ہوئے ، ان میں شامل احادیث کی صحت کا کماحقه اهتمام نہیں کیا گیا، اور نہ ان کی اسناد کو اس حد تک پرکھا گیا جتنا امام مالک نے مؤطا میں جانچا اور پرکھا ۔ مؤطا میں صرف اسی حدیث، یا فتوے نے جگہ پائی جس کی صحت شک و شبہ سے بالا تھی ۔

صحت احادیث کے بارے میں امام مالک کی حزم و احتیاط کا

اعتراف ان کے معاصر تمام علماء اور محدثین نے کیا ، سفیان بن عیینہ جو خود بہت بڑے محدث تھے ، کہتے ہیں کہ : اللہ ـ مالک پر رحم کرے ، نقد روایت میں، میں نے ان سے زیادہ محتاط اور سخت گیر کسی کو نہیں پایا ـ

نیز کہتے : ان کے پاس جو حدیث پہنچی ہے وہ بلاشبہ صحیح ہوتی ہے ، وہ صرف ثقہ اور معتمد لوگوں سے حدیث لیتے اور بیان کرتے ہیں ، اور اب مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ مالک کے بعد مدینہ کی علمی رونقیں ختم ہو جائیں گی "(۴۰) ـ

۲ : شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ : مؤطا اور صاحب مؤطا کے فضل و امتیاز کے لئے یہ بات کافی ہے کہ آئمہ تبع تابعین کی تالیفات میں سے آج کسی کی کوئی تالیف بجز مؤطا کے موجود نہیں ہے ـ دنیا میں آج تک کوئی مجموعہ حدیث ایسا مرتب نہیں ہوا جس پر محدثین اس حد تک متفق ہوں جتنے مؤطا پر متفق ہیں ، اور نہ صرف مؤطا پر بلکہ اس کے مولف و مرتب کے علمی رتبے پر بھی اتنا اعتماد و اتفاق ہے کہ اتنا کسی دوسرے کتب حدیث کے مولف و مرتب پر نہیں ہو سکتا"(۴۱) ـ

۳ : مؤطا کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ مدینہ میں مرتب ہوئی ، اس کے تقریباً تمام راوی مدنی ہیں ، حدیث کے دوسرے مجموعے کوفہ، بصرہ، واسط ، شام ، یمن ، خراسان اور رے میں مرتب ہوئے ـ اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ حجاز بالخصوص مدینہ کی حدیثیں صحت متن ، اور صحت سند دونوں کے اعتبار سے سب پر فائق ہیں (۴۲) .

مؤطا اور صحاح ستہ کا باھمی فرق :

مؤطا کے یہ تو وہ خصائص اور امتیازات تھے جو اسے اس کی ہم زمانہ دوسری کتب حدیث کے بالمقابل حاصل ہیں ، مؤطا کے بعد لکھی جانے والی وہ کتب حدیث جو تمام محدثین کے نزدیک صحاح

ستہ کہلائیں ـ اور پھر ان چھ میں امام بخاری کی الجامع الصحیح ، اور امام مسلم کی الصحیح کو فوقیت حاصل ھوئی ، اور ان کو صحیحین کہا گیا ـ

اصحاب صحاح ستہ کے نزدیک مؤطا کی جو حیثیت ہے ، اس کا اندازہ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ امام بخاری کی الجامع الصحیح کو صحاح ستہ میں سب سے بلند مقام حاصل ہے ، اور تیسری ، چوتھی صدی (ھجری) کے محدثین نے صحیح بخاری کو ,, اصح الکتب بعد کتاب اللہ ،، کہا ـ لیکن خود امام بخاری کا حال یہ ہے کہ انھیں جب کوئی حدیث متصل، یا مرفوع بروایت مالک مل جاتی ہے تو وہ دوسری تمام روایتوں سے قطع نظر کر لیتے ھیں ، اور صرف اسی کو اختیار کرتے ھیں ـ اور اگر ان کی شرائط کے مطابق نہ ھو تو اس کے شواھد لاتے ھیں ، اور بہت سے مواقع میں آثار مؤطا کے لئے اشارات حدیث سے استشہاد کرتے ھیں (۴۳) ـ

مؤطا کو صحاح ستہ ، اور حتیٰ کہ صحیح بخاری پر ایک اور وجہ سے بھی فضیلت حاصل ہے ـ وہ یہ کہ : یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ مرتب حدیث اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطے جتنے کم ھوں گے اس کی تالیف درجہ استناد میں اتنی ھی زیادہ ھوگی ـ صحیح بخاری کی روایتوں میں عام طور پر پانچ واسطے ھیں ، صرف بیس حدیثیں ایسی ھیں جو تین واسطوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ھوتی ھیں ـ انھیں ثلاثیات کہتے ھیں ـ اور یہ صحیح بخاری کا بہت بڑا امتیاز ہے کہ اس میں بیس ثلاثیات ھیں ـ جبکہ صحاح ستہ کی باقی پانچ کتب کو یہ اعزاز حاصل نہیں ـ اور صورت حال یہ ہے کہ مؤطا کی بنیاد ھی ثلاثیات پر ہے ـ حتیٰ کہ چالیس ثنائیات ھیں ـ یعنی ایسی حدیثیں جن میں امام مالک اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف دو واسطے ہیں (۴۳) ۔ اور مؤطا کی وہ سند جس کو محدثین نے سلسلۃ الذھب کہا ہے ۔ یعنی مالک عن نافع عن ابن عمر وہ بھی ثنائی ہے ۔

ذہنوں میں ایک سوال ابھرتا ہے اور وہ یہ کہ صحیح بخاری کی تالیف کے بعد علماء اور محدثین کی بہت بڑی تعداد نے اسے اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا ۔ حالانکہ مؤطا بھی ان کے سامنے تھی ۔ اس بارے میں اتنا عرض کر دینا کافی ہو گا کہ مؤطا کا زمانۂ تدوین و تالیف دوسری صدی ہجری کا وسط ہے اور یہ تابعین اور تبع تابعین کا دور ہے ، مؤطا کی توثیق کرنے والے دوسری صدی ہجری کے محدثین ، فقہاء اور طبقہ تبع تابعین کے آئمہ ہیں ۔ جب کہ امام بخاری کی الجامع الصحیح کی تعریف و توصیف کرنے والے تیسری صدی ہجری کے علماء ہیں ۔ بخاری کا سن وفات ۲۵۶ ہجری ہے ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ صحیح بخاری کی تالیف و تدوین مؤطا کے کم و بیش سو سال بعد ہوئی ۔

مؤطا کی روایت کرنے والوں میں دو فقیہ اور مجتہد شامل ہیں ۔ امام محمدؒ بن ادریس الشافعی ، اور امام محمد بن حسن شیبانی ۔ ان دو حضرات کا امام مالک سے مؤطا کو براہ راست سننا اور روایت کرنا بذات خود مؤطا کے رتبے کا تعین کر دیتا ہے اور بات صرف ان دو اماموں اور مجتہدوں تک محدود نہیں ہے ۔ امام مالک سے براہ راست مؤطا سننے اور روایت کرنے والوں میں اس دور کے آئمہ حدیث، ائمہ فقہ ، اور نامور قضاۃ کی بہت بڑی تعداد نظر آتی ہے ۔ حتیٰ کہ بعض شیوخ مالک مؤطا کی تدوین کے بعد درس مؤطا میں شریک ہوئے ۔ اور انہوں نے شیخ اور استاذ ہونے کے باوجود امام مالک کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کی ۔

امام شافعی جیسے فقیہ اور مجتہد نے مؤطا کے بارے میں یہ تبصرہ کیا کہ : اصح الکتب بعد کتاب اللہ "۔ امام شافعی کے اس تبصرے سے پہلے کسی اور فقیہ نے کسی کتاب کے بارے میں یہ تبصرہ نہیں کیا۔ اور نہ کسی کتاب کو یہ اعزاز بخشا کہ اسے کتاب اللہ کے بعد صحیح تر کتاب کہا ہو۔ امام شافعی کا تبصرہ نہ صرف اولین تبصرہ تھا بلکہ طبع زاد بھی ۔ جب کہ ایک صدی گزرنے کے بعد بعض محدثین نے اسے دہرایا ان میں کوئی بھی شافعی کے ہم رتبہ وہم پلہ نہ تھا ۔ اور سننے اور پڑھنے والے جب بھی کوئی تبصرہ سنتے اور پڑھتے ہیں تو طبعی طور پر ان کی نظر اس طرف بھی ضرور جاتی ہے کہ رائے دینے والا ، اور تبصرہ کرنے والا کون ہے ؟ بات میں شخصیت کا وزن بھی شامل ہوتا ہے۔

اس تحلیل و تجزیے اور پس منظر کے ساتھ اگر مؤطا اور صحیح بخاری کا موازنہ کیا جائے تو پھر امام شافعی کا یہی ایک تبصرہ قول فیصل قرار پاتا ہے۔ اور اس کے بعد مزید آراء، اور تبصروں کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن مزید دو تبصرہ ھدیۂ قارئین کر دیئے جائیں تو غیر مناسب بھی نہ ہوگا ۔ اور بات زیادہ طویل بھی نہ ہوگی ۔ ایک تبصرہ ابوبکر بن العربی (م : ۵۴۳ھ) کا ہے جو بے حد مختصر ہے مگر بہت جامع ۔ کہتے ہیں :

"مؤطا اصل اول ، اور ذخیرہ احادیث کا نچوڑ ہے اور صحیح بخاری اصل ثانی ، اور باقی مجموعہ ھائے حدیث کی بناء اور تعمیر انہی دونوں کتابوں پر ہے " (۴۵) ۔

مؤطا کے بارے میں شاہ ولی اللہ کا تبصرہ قدرے طویل ، اور جامع ہے ، لکھتے ہیں :

,,مجھے اللہ نے الہام سے نوازا ، اور کتاب ,,المؤطا،، کی طرف اشارہ کیا ، جو حجۃ الاسلام امام مالک بن انس کی ہے۔ یہ خواطر روز بروز بڑھتے ہی چلے گئے اور بالآخر مجھے یقین ہو گیا کہ فقہ میں مؤطا امام مالک سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے۔ یوں تو تمام کتابیں باہم متفاضل ہیں ، یہ فضیلت مصنف کے فضل و کمال کی وجہ سے ہے یا اس بنا پر ہے کہ اس نے کتاب میں صحت مضامین کا خاص خیال رکھا ہے ، یا اس کی فضیلت کا سبب ، اس کی شہرت و مقبولیت ہے۔ یا اسی موضوع پر لکھی جانے والی دوسری کتب پر اس کی فضیلت اس لئے ہے کہ اس کی ترتیب اور انتخاب مضامین میں مقاصد مہمہ کی خاص رعایت کی گئی ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مؤطا امام مالک میں یہ تمام امور علیٰ وجہ الکمال موجود ہیں ،، (۳٦)

مؤطا کے خصائص اور امتیازات میں یہ امتیاز نمایاں بھی ہے اور منفرد بھی کہ امام مالک نے اس میں جو احادیث جمع کی ہیں ، اس سے ان کی بنیادی غرض یہ ہے کہ کسی فقہی حکم کا استنباط کیا جائے۔ حدیث کے مقتضا کے مطابق احکام کی فروع اور جزئیات اخذ کی جائیں۔ اکثر ابواب میں احادیث کے ساتھ موضوع سے متعلق صحابہ کی آراء اور ان کے فیصلے بھی نقل کرتے ہیں۔ اور صرف نقل پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ اجتہاد ، اور دلائل و قرائن کی رو سے جس رائے کو مصالح عامہ سے زیادہ قریب سمجھتے ہیں اس کو ترجیح دیتے ہیں۔ جس مسئلہ میں فقہائے مدینہ کا اجماع ہوتا ہے، اس کا حوالہ دیتے ہیں ، اور فقہائے مدینہ کے اجماع کو حجت مانتے ہیں۔ اس

اهتمام اور معمول سے جہاں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مؤطا صرف مجموعہ احادیث نہیں بلکہ حدیث اور فقہ کی مشترک کتاب ہے،وہاں امام مالک کا جو فقہی مسلک ہے اور اجتہادی مسائل میں ان کی جو رائے ہے اس کی بھی واضح طور پر نشان دہی ہو جاتی ہے۔

اسی امتیاز اور خصوصیت نے مؤطا کو مالکی فقہ کی بنیاد اور اساس کا درجہ عطا کیا ۔

تعداد مرویات :

مؤطا میں احادیث کی تعداد کتنی ہے ؟ اس میں اختلاف ہے ، اور اس اختلاف کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مؤطا کے راوی مختلف ہیں ۔ امام کے مختلف تلامذہ نے ان سے مؤطا روایت کی ہے۔ نسخے بھی اس کے مختلف ہیں ۔ راویوں کے مختلف ہونے کے سبب مرویات میں بھی فرق ہو گیا ۔ مؤطا کا جو نسخہ اس وقت رائج ہے اس میں مرویات کی تعداد ایک ہزار ، سات سو بیس بیان کی جاتی ہے۔

یہ بات بڑی عجیب ہے کہ مرویات مؤطا کی مجموعی تعداد تقریباً تمام تذکرہ نگاروں ، اور شارحین مؤطا نے سترہ سو بیس بیان کی ہے لیکن جو تفصیل بیان کی ہے کہ احادیث کی تعداد اتنی ہے آثار صحابہ کی اتنی اور آثار تابعین کی اتنی ۔ اس کی رو سے سترہ سو بیس کی تعداد کسی طرح نہیں ہوتی ۔

شاہ ولی اللہ نے مرویات مؤطا کا تجزیہ بایں طور کیا ہے :

احادیث مسندہ : چھ سو (۶۰۰)

احادیث مرسلہ : دو سو بائیس (۲۲۲)

احادیث موقوفہ : چھ سو سترہ (۶۱۷)

اقوال تابعین : دو سو پچھتر (۲۷۵) (۴۷)

شاہ ولی اللہ کے اس تجزیے کی رو سے تعداد ۱۷۱۴ ہوتی ہے۔

ابن حزم نے صرف احادیث کی تعداد ذکر کی ہے، اور کہتے ہیں کہ آٹھ سو سے کچھ زیادہ ہے (۳۸) ۔

استاد محمد ابو زهره نے بھی نامکمل تعداد درج کی ہے۔ سید سلیمان ندوی نے شاہ ولی اللہ کی طرح مرویات کی تفصیل بیان کی ہے۔ وہ اس طرح ہے۔ :

مسند و مرفوع : ۶۰۰

مرسل : ۲۳۵

موقوف : ۶۱۳

آثار و فتاویٰ تابعین : ۲۸۵

بلاغات مالک : ۵ (۳۹)

اس تجزیے اور تفصیل کے مطابق مرویات مؤطا کی تعداد ۱۷۳۸ ہوتی ہے۔

احادیث مؤطا کے راوی :

امام مالک نے مؤطا میں جن لوگوں سے احادیث روایت کی ہیں، ان کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے۔ دارقطنی نے احادیث المؤطا میں، ابن عبدالبر نے الانتقاء میں، جلال الدین سیوطی نے تزیین الممالک میں اور شاہ ولی اللہ الدهلوی نے مقدمہ مسوی و مصفی میں ان کی تفصیل دی ہے۔ امام مالک نے مؤطا میں جن سے روایت لی، ان میں صحابہ کرام میں سے پچاسی (۸۵) مرد، اور تیرہ (۱۳) عورتیں ہیں، صحابہ اور صحابیات دونوں کی تعداد اٹھانوے (۹۸) ہوئی، طبقہ تابعین میں رواۃ مؤطا کی تعداد اڑتالیس (۴۸) ہے۔

مؤطا کے ان ایک سو چھیالیس (۱۴۶) راویوں میں سات راویوں کے علاوہ سب کے سب مدنی ہیں ۔ ابو الزبیر اهل مکہ سے، حمید الطویل اور ایوب سختیانی بصرہ سے، عطاء بن عبداللہ خراسان سے،

عبدالکریم جزیرہ سے ، اور ابراهیم بن ابی عیله شام سے هیں ۔

اس تجزیے کی روشنی میں یه بات واضح هو گئی که مؤطا مدنی علوم کا خلاصه اور لب لباب ہے۔ اس میں اهل مدینه کی روایت کردہ احادیث هیں ، انهی کے فتاوی فیصلے ، اور آراء هیں ۔ اور امام مالک نے جو اجتہادات کئے هیں وہ بھی اهل مدینه کے فتاویٰ اور اجماعات پر مبنی هیں (۵۰) ۔

مؤطا کے نسخے :

امام مالک کے تلامذہ میں سے جن تلامذہ نے ان سے مؤطا روایت کی ہے، ان کی تعداد شارحین نے ساٹھ سے کچھ زائد بیان کی ہے۔

امام مالک کے جن تلامذہ نے ان سے مؤطا روایت کی ہے ، قاضی عیاض نے ان کے نام دیئے هیں ، سیوطی نے بھی ان کے حواله سے مؤطا روایت کرنے والوں کی تفصیل بیان کی ہے۔

امام مالک سے مروی مؤطا کے نسخوں کی تعداد تیس تک بیان کی گئی ہے ، لیکن جن کی تفصیلات شروح مؤطا میں درج هیں ، ایسے نسخے سوله هیں اور جو نسخے آج موجود هیں وہ صرف دو روایتوں پر مبنی هیں ۔

۱ : مؤطا کا وہ نسخه جس کو امام محمد بن حسن شیبانی (م : ۱۸۹ھ) نے روایت کیا ہے۔

امام محمد بن حسن نے مؤطا کو اپنے طور پر مرتب کیا ، کسی مسئله میں حدیث نقل کرنے کے بعد آپ نے امام ابو حنیفه کے مسلک کو ترجیح دی ، اور بعض ایسی احادیث کا بھی اضافه کیا جو انهیں امام ابو حنیفه کے ذریعے پہنچی تھیں ۔ اس تبدیلی ، اور ترمیم و اضافے کے بعد اس کا نام مؤطا مالک کے بجائے مؤطا محمد معروف و مشهور هوا۔

۲ : دوسرا نسخه ۔ یحی بن یحیٰ معموری اندلسی (م :۲۳۴ھ) کا

ہے، اور یہی نسخہ آج متداول ہے۔ اس کی ابتداء باب و قوت الصلوۃ سے ہوتی ہے۔

یحیٰ بن یحیٰ نے کتاب الاعتکاف کے چند ابواب کی امام مالک سے براہ راست سماعت نہیں کی ، ان ابواب کی تعداد تین ہے : باب خروج المعتکف للعید ، ۳ ۔ باب قضاء الاعتکاف ، ۳ ۔ اور باب النکاح فی الاعتکاف ۔ اسی بنا پر ان تینوں ابواب کو یحیٰ بن یحیٰ نے امام مالک سے براہ راست نہیں بلکہ امام مالک کے دوسرے شاگرد زیاد بن عبدالرحمن کے واسطے سے روایت کیا ہے۔

۳ : تیسرا نسخہ عبداللہ بن وہب (م : ۱۹۷ھ) کا ہے، ان کے نسخے کی پہلی حدیث (جو کہ ابوھریرہ سے مروی ہے) یہ ہے :

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ ، فاذا قالوا لا الہ الا اللہ عصموا منی دمائھم و اموالھم وانفسھم الا بحقھا وحسابھم علی اللہ ۔

یہ حدیث ابن وہب کے مفردات میں سے ہے ، ان کے نسخے کے علاوہ یہ حدیث عبدالرحمن بن قاسم کے نسخے میں بھی ہے۔

۴ : چوتھا نسخہ عبداللہ بن مسلمہ قعینی (م : ۲۲۱ھ) کا ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ان کے مفردات میں سے ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : لا تطرونی کما اطری عیسی بن مریم انما انا عبداللہ ورسولہ ،.

۵ : پانچواں نسخہ عبدالرحمن بن قاسم (م : ۱۹۱ھ) کا ہے۔ فقہ مالک کی تدوین کا آغاز انھوں نے ھی کیا ، المدونۃ الکبریٰ انھی کی تالیف ہے۔

٦ : چھٹا نسخہ معن بن عیسی (م : ۱۹۸ھ) کا ہے ، حضرت

عائشه صدیقه رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ان کے مفردات میں سے ہے، کسی دوسرے نسخے میں نہیں پائی گئی :

قالت : کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل فاذا افرغ من صلاته فان کنت یقظانة یحدث معی ، والا اضطجع حتی یاتیه الموذن » ۔

ان کا حافظہ قابل رشک تھا ، امام مالک کے ہزاروں فتاوی ان کو زبانی یاد تھے ۔

۷ : ساتواں نسخہ عبداللہ بن یوسف تنیسی کا روایت کردہ ہے ۔ عروۃ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی حسب ذیل روایت ان کے مفردات میں سے ہے :

ان رجلا سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أی الاعمال افضل ؟ قال : ایمان باللہ ، قال : فأی العتاقة افضل ؟ قال : انفسها ۔

۸ : آٹھواں نسخہ یحیٰ بن بکیر (م : ۲۳۱ھ) ۔ انہوں نے مؤطا ، امام مالک سے چودہ مرتبہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی ۔ مؤطا میں جو چالیس حدیثیں ثنائی ہیں ، انہیں یحیٰ بن بکیر نے ایک رسالہ میں جمع کیا ہے۔ یہ رسالہ مغرب میں اتنا مقبول ہوا کہ علمائے اندلس جب اپنے شاگردوں کو فراغت کی سند دیتے تھے تو اس رسالہ کو تبرکاً پڑھاتے تھے ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ان کے مفردات میں سے ہے :

أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : مازال جبرئیل یوصینی بالجار حتی ظننت انه لیورثه » ۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری (م : ۲۵۶ھ) الجامع الصحیح میں ان سے بلاواسطہ روایت کرتے ہیں ۔

۹ : نواں نسخه سعید بن عفیر (م : ۲۲٦ھ) کا ہے۔ یه مشاهیر مصر سے هیں ، امام بخاری نے ان سے روایت کی ہے ، علم حدیث کے علاوہ تاریخ ، سیرت ، ادب اور علم الانساب میں بھی ان کو کمال حاصل تھا ۔

۱۰ : نسخه ابو مصعب زهری (م : ۲۴۰ھ) شیوخ مدینه میں تھے ، جب وفات پائی تو مدینه میں خدمت قضاء پر مامور تھے ۔

۱۱ : نسخه مصعب بن عبدالله زبیری

۱۲ : نسخه محمد بن مبارک صوری

۱۳ : نسخه سلیمان بن برد

۱۴ : نسخه یحیٰ بن یحیٰ تمیمی ۔ ان کے نسخه کا اختتام اس حدیث پر ہے :

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : لی خمسه اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحوا الله بی الکفر ، وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب » ۔

۱۵ : نسخه ابو حزافه سهمی (م : ۲۵۹ ھ) پورا نام احمد بن اسماعیل ہے ، امام صاحب کے شاگردوں میں (بغداد میں) سب سے آخر میں وفات پائی ۔

۱٦ : نسخه ابو محمد سوید بن سعید هروی (م : ۲۴۰ھ) مسلم اور ابن ماجه نے بھی ان سے روایت کی ہے (۵۱) ۔

تدوین مؤطا کی غرض و غایت :

مؤطا کی تدوین سے امام مالک کی غرض صرف یه نهیں تھی که وه صحیح حدیثوں کا ایک ذخیره یک جا کر دیں ۔ جیسا که بعد میں محدثین نے صحاح سته کی صورت میں جمع کیا ۔ بلکه امام مالک کی بنیادی غرض یه تھی که مدنی فقه پر مبنی ایک مجموعه اهل علم کے

سامنے آ جائے ۔ اور جن علوم پر مدنی فقه کی بنیاد ہے ان کی بھی نشان دھی ھو جائے ، مدنی فقه کی اساس و بنیاد ھیں : کتاب اللہ ، سنت رسولؐ ، فقہائے مدینه کا اجماع ، یا وہ رائے جو تابعین ، اور فقہائے مدینه میں معروف و مشہور اور راجح ھو ۔ یہی وجه ہے که امام مالک جس مسئله میں اجتہاد کرتے ھیں اس میں اولاً احادیث رسولؐ بیان کرتے ھیں ، پھر اھل مدینه کے اجماع کا حواله دیتے ھیں ، جن تابعین اور فقہاء سے انہوں نے علم حاصل کیا ، ان کی آراء نقل کرتے ھیں ۔ امام مالک کو اگر ان میں سے کوئی چیز بھی نه ملے تو پھر حدیث، صحابه کے فیصلوں اور فتاویٰ کی روشنی میں اپنی رائے سے اجتہاد کرتے ھیں ۔ اور اسی رائے کو بیان کرتے ھیں ۔ صحابه اور تابعین کی ان آراء کو بیان کرتے ھیں جنھیں متعلقه مسئله میں پسند کرتے ، اور ترجیح دیتے ھیں (٥٢) ۔

شـروح مؤطا :

کسی کتاب کے مقبول اور ھر دل عزیز ھونے کی اس سے بڑی دلیل اور کوئی نہیں ھو سکتی که اسے شارحین، محدثین اور مترجمین کی ایک بڑی جماعت ھاتھ آ جائے ۔ یه بھی اس کتاب کا رتبه معین کرنے کے لئے ایک بے داغ پیمانه ہے ۔ لیکن اس کی قدر و قیمت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب یه جماعت صرف تعداد اور کمیت کے لحاظ ھی سے بڑی نه ھو بلکه کیفیت کے اعتبار سے بھی وقیع ھو ۔ اس جماعت کے افراد علم و فضل میں بلند پایه ھوں ۔

مؤطا کی تالیف دوسری صدی ھجری میں ھوئی ، اس کی تدریس کا آغاز تمام بلاد اسلامیه میں اسی وقت سے ھو گیا اور شروح و حواشی کی ابتداء تیسری صدی ھجری میں ھوئی ۔

مؤطا کی سب سے پہلی شرح ابو مروان بن عبدالملک بن حبیب

مالکی (م : ۲۳۹ھ) نے لکھی ، اسے مؤطا کی سب سے قدیم شرح مانا گیا ہے۔

حافظ ابن عبدالبر قرطبی (م : ۴۶۳ ھ) ,,التمہید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید ،، کے نام سے مؤطا کی شرح تالیف کی ۔ مشکل مقامات کی تشریح کے ساتھ اسانید کی تحقیق کی ، اور فقه وحدیث سے متعلق مفید معلومات جمع کیں ۔ ابن حزم نے اس کے بارے میں کہا که : یه فقه و حدیث کے علوم پر مشتمل کتاب ہے ، ور میرے علم میں اس جیسی اور کوئی کتاب نہیں ہے ،، (۵۳) ۔

التمہید کی تکمیل کے بعد خود ابن عبدالبر نے اس کی تلخیص کی ، اور اس کا نام ,,الاستذکار ،، رکھا ۔

ابو الولید سلیمان الباجی (م : ۴۷۴ھ) نے ,,المنتقی ، الایماء، اور الاستیقاء،، کے نام سے تین شرحیں تالیف کیں ، المنتقی بہت مفصل شرح ہے اور سات جلدوں پر مشتمل ہے۔

ابن رشیق قیروانی (م : ۴۵۶ھ) ، اور شیخ زین الدین عمر بن احمد الشماع الحلبی (م : ۹۳۶ھ) نے ابن عبدالبر کی التمہید کا اختصار کیا ۔

ابراهیم بن محمد اسلمی (م : ۲۸۴ھ) نے رواۃ مؤطا کے بارے میں ایک کتاب تالیف کی ۔

کشف المقطا فی شرح المؤطا ، اور تنویر الحوالک علی موطا مالک ، کے نام سے دو شرحیں شیخ جلال الدین سیوطی (م : ۹۱۱ھ) نے تالیف کیں یه دونوں شرحیں اهل علم میں بہت مقبول و معروف ہوئیں ، سیوطی نے ,,اسعاف المؤطا فی رجال المؤطا ،، کے نام سے ایک اور شرح لکھی ، اس میں رجال مؤطا سے بحث کی ۔

,,القبس،، کے نام سے ایک شرح حافظ ابوبکر محمد ابن العربی (م : ۵۴۶ھ) نے لکھی ۔

محمد بن عبداللہ زرقانی (م : ۱۱۲۲ھ) کی شرح جو شرح زرقانی کے نام سے معروف ہے ، شروح مؤطا میں ممتاز مقام کی حامل ہے۔ تین ضخیم جلدوں میں ہے۔

ابو سلیمان بستی خطابی (م : ۳۸۸ھ) ، اور قاضی عیاض (م : ۵۴۴ھ) نے مؤطا کی شروح لکھیں۔

مؤطا امام مالک پر ہونے والے علمی کام کا جائزہ لیا جائے تو ایک خاص بات نظر آتی ہے۔ وہ یہ کہ وہ ایک نہج اور طریقے میں محصور نہیں ہے بلکہ بہت متنوع ہے ، بعض علماء نے مشکلات مؤطا کو موضوع بنایا اور ان کی توضیح و تشریح کی ، بعض علماء نے مؤطا کے رواۃ اور رجال سے بحث کی ، بعض نے اختلاف موطات کو موضوع بحث بنایا ، انھوں نے مؤطا کے مختلف نسخوں کی تحقیق کی ، اور ان کے مابین جو فرق تھا اس کے اسباب بیان کئے۔

برصغیر پاک و ہند میں مؤطا پر جو کام ہوا وہ بھی یقیناً بہت وقیع ہے۔ سب سے پہلے شاہ ولی اللہ دھلوی (م : ۱۱۷۶ھ) نے دو شرحیں لکھیں ، پہلے ایک شرح مصفی کے نام سے ، یہ فارسی زبان میں ہے ، اس کا انداز بیان مشکل اور مجتہدانہ ہے۔ دوسری شرح مسوی من احادیث المؤطا ،، کے نام سے ہے ، عربی زبان میں ہے ، اور المصفی کی بہ نسبت مختصر ہے ، اس میں فقہائے حنفیہ اور شافعیہ کے مذاہب بیان کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

ان دو شرحوں کے بعد ایک اور شرح لکھی گئی ,,المجلی ،، اس کے مولف شیخ الاسلام حنفی دھلوی ہیں۔ بقول سید سلیمان ندوی (م : ۱۹۵۳ء) ,, نہایت محققانہ شرح ہے ، اور خاص مصنف کا نسخہ بانکی پور (بھارت) لائبریری میں محفوظ ہے ،،۔

۱۹۳۰ء ۔ ۱۹۴۰ء کے درمیانی عرصے میں مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی (م : ۱۹۵٦ء) نے کشف المغطا عن وجہ المؤطا، کے نام سے ایک شرح لکھی ، بہت نفیس اور محققانہ شرح ہے ، اجتہادی مسائل میں حنفی مسلک کو عقلی اور نقلی دلائل کی مدد سے ترجیح دی ہے ، پاکستان میں متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔

ایک اور شرح ,,اوجز المسالک ، کے نام سے ۱۳۴۸ھ میں شائع ہوئی ، اس کے مولف مولانا محمد زکریا کاندھلوی (م : ۱۴۰۲ھ) ہیں، یہ ضخیم شرح ہے ، اور ابتداء میں ۱۳۸ صفحات پر مشتمل ایک جامع اور بسیط مقدمہ ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۳۸۴ھ میں مولف کی نظرثانی اور مفید اضافوں کے ساتھ شائع ہوا ، خوب صورت ٹائپ میں چھاپا گیا ہے ، اور پندرہ اجزاء پر مشتمل ہے۔

برصغیر کے معروف عالم دین مولانا وحید الزمان (م : ۱۳۳۸ھ) نے مؤطا کا اردو ترجمہ کیا ۔

مؤطا کی مقبولیت اور اس کے اثرات :

امام مالک کے فقہی مسلک کی ابتداء مدینہ سے ہوئی ، سب سے پہلے حجاز میں پھیلا ۔ اور ایسا ہونا ایک طبعی امر تھا ، امام مالک نے اپنے درس و تدریس اور فقہ و اجتہاد کا تمام تر مرکز مدینہ کو بنایا اس لئے اولاً ان کی فقہ کی ترویج و اشاعت ومدینہ اور حجاز میں ہوئی ۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ مؤطا کا دور تدوین ۱۳۰ ۔ ۱۴۰ھ کا درمیانی عرصہ ہے ، اور مؤطا مالکی فقہ کی نہ صرف یہ کہ خشت اول ہے بلکہ اس کی حیثیت مرکزی اور بنیادی ہے ۔ امام مالک کے اجتہادات مؤطا ھی کے ذریعے اھل علم تک پہنچے ۔ کم و بیش یہی دور فقہ حنفی کی تدوین کا ہے ، امام ابوحنیفہ النعمان (م : ۱۵۰ھ) ۱۴۴ ھجری میں تدوین فقہ سے فارغ ہوئے ، لیکن انھوں نے تدوین فقہ

کا تمام کام کوفه میں کیا ـ اس لئے ابتدائی مرحلے میں فقه مالک اور فقه حنفی میں ٹکراؤ کی کوئی صورت پیش نہیں آئی ـ

امام مالک کو یه خصوصیت اور امتیاز حاصل تھا که ان کے تلامذه میں حجاز کے علاوه عراق، مصر، تونس اور اندلس کے ذی علم بھی شامل تھے ـ

مصر میں مؤطا اور فقه مالک کے تعارف کا اولین ذریعه عبدالرحمن بن قاسم (م : ۱۹۱ھ) بنے ، یه مؤطا کے راویوں میں ھیں ، مؤطا کا ایک نسخه انھی کا روایت کرده ہے ـ مصر میں ابن قاسم کی بہت قدر و منزلت تھی ، خود امام مالک ان کے تقوی اور علم و فضل کے قدر داں تھے ـ ایک روز ان کی مجلس میں ان کا ذکر آیا تو فرمانے لگے : ,, وه تو مشک سے بھری ہوئی تھیلی ہے ،،(۵۴) ـ

ان کے علاوه عبدالله بن وھب ، یحیٰ بن بکیر ، اور سعید بن عقیر بھی مصر میں مؤطا اور فقه مالک کی ترویج و اشاعت کا ذریعه بنے ـ یه تینوں حضرات بھی مؤطا کے روایت کرنے والوں میں شامل ھیں ـ

مصر، عراق اور حجاز میں تو حنفی ، شافعی اور حنبلی مسالک کی نشوونما کے بعد خاصا ضعف پہنچا لیکن فقه مالک کا سب سے پائیدار اور وسیع تر اثر و رسوخ مغرب پر ھوا ، دوسرے فقہی مسالک تونس، مراکش اور اندلس میں مالکی مسلک کو مغلوب نه کرسکے ـ ان علاقوں میں مالکی مسلک کی اشاعت اور قبول عام کا اولین اور مؤثر ذریعه مؤطا بنی ـ

جس راوی کی روایت کرده مؤطا آج پوری دنیا میں معروف و موجود ہے یعنی یحیٰ بن یحیٰ معموری کی ، ان کا تعلق اندلس سے تھا ـ وه مغرب میں مؤطا اور فقه مالک کے پہلے مبلغ بنے ـ

بعض تذکره نگاروں نے کہا که : زیاد بن عبدالرحمن پہلے

شخص ھیں جو امام مالک کے مسلک ، اور ان کے علوم کو اندلس میں لے کر آئے „ (۵۵) ۔

امام مالک کے نامور تلامذہ میں عبد الملک بن حبیب (م:۲۳۸ھ)، محمد بن احمد بن عبدالعزیز القتبی (م: ۵۵ھ) کا تعلق اندلس سے ، اور عبداللہ بن یوسف تنیسی کا الجزائر سے تھا ۔ یہ حضرات امام مالک سے حدیث اور فقه کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے علاقوں میں واپس چلے گئے اور وھاں مالکی علوم کی ترویج و اشاعت کا ذریعه بنے ۔

مغرب میں مالکی مسلک کے فروغ کی ایک بنیادی وجه یه بھی ہے که حجازی تمدن کی طرح یہاں کا تمدن بھی ساده اور تکلفات سے آزاد تھا ، دونوں علاقوں کے درمیان تہذیبی اور معاشرتی ھم آھنگی بھی مغرب میں مالکی مذھب کے فروغ و رواج کا باعث بنی ۔ ابن خلدون نے اسی سبب کو زیاده اھمیت دی، لکھتے ھیں :

,,مغرب اقصی اور اندلس کے فقہاء کا منتہائے سفر حجاز رھا ، وه لوگ اس سے آگے نه بڑھے ، اس کی ایک وجه یه بھی ہے که اس زمانے میں مدینه ھی مرکز علم تھا ، اور عراق راستے میں نہیں پڑتا تھا۔ اس لئے انھوں نے جو کچھ سیکھا وه علمائے حجاز اور فقہائے مدینه ھی سے سیکھا ،

دوسرے یه که مغرب اقصی اور اندلس کے باشندے ساده ، اور دیہاتی طرز معاشرت کے زیاده دل داده تھے اور اھل عراق کے تہذیب و تمدن اور ان کی پر تکلف زندگی سے دلچسپی نہیں رکھتے تھے ۔ لہذا معاشرتی اور تہذیبی ھم آھنگی اور یکسانیت کی وجه سے ان کا میلان طبع اھل حجاز کی طرف زیاده تھا „ (۵٦) ۔

مؤطا کا صحیح ترین نسخه :

مصر کے معروف اسکالر محمد فواد عبدالباقی نے مؤطـا کا جو نسخه ایڈٹ کیا ہے (مطبوعه : ۱۹۵۱ء) ، اس کی ابتداء میں ان کا ایک جامع مقدمه شامل ہے۔ اس میں انهوں نے مؤطا کے صحیح ترین نسخے کی نشان دهی کی ہے۔ وہ لکھتے هیں که :

,,میں نے مؤطا کے چھ نسخوں کا موازنه کیا ، اور ان کا متن پڑھا تاکه یه معلوم هو سکے که صحت متن کے اعتبار سے مؤطا کا کونسا نسخه سب سے فائق اور قابل اعتماد ہے ، میں نے مؤطا کے دو نسخوں کا متن باعتبار صحت سب سے زیاده قابل اعتماد پایا، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے :

۱ ـ مؤطـا مع شرح زرقانـی ـ مطبوعـه ـ مطبـع کستلیـه ، مصـر ۱۲۸۰هجری ـ

۲ ـ مؤطا ـ مطبوعه ، مطبع مجتبائی دهلی (هند) ۱۳۰۷هجری (۵۷) ـ

حوالـه جات و حـواشی

۱ ـ سیوطی ، جلال الدین عبدالرحمن ـ تنویر الحوالک شرح مؤطا امام مالک (مطبعة الاستقامه قاهره ۱۹۳۷ء) ۱ /۲.

امام مالک کے جد امجد کے نام جثیل کے تلفظ میں اختلاف ہے ، اس کے تین تلفظ اور املاء نقل کئے گئے هیں ـ جثیل ـ جیم ، ثاء یا ، اور لام ، دوسرے جثلیل ـ جیم، ثاء، لام، یاء ، لام ـ تیسرے خثیل ـ خاء، ثاء، یاء، لام ـ پہلا اور تیسرا تلفظ ابن خلکان نے وفیات الاعیان (۲۸۴/۳) میں نقل کیا ہے ، اور دوسرا تلفظ صاحب اوجز المسالک (۱/۱۷) نے نقل کیا ہے۔ لیکن اکثر تذکره نگاروں ، اور مؤطا کے شارحین نے پہلےتلفظ کو اختیار کیا ہے۔ یعنی جثیل کو۔ شاه عبدالعزیز محدث دهلوی نے بستان المحدثین میں خثیل ذکر کیا ہے۔

۲ ـ کاندهلوی ، محمد زکریا ، مولانا ـ اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک (مکتبه یحیویه سهارن پور، بهارت ۱۳۳۵هـ) ۱۸/۱.

۳ ـ محمد ابوزهره ، استاد ـ مالک ـ حیاته، وعصره ، (دار الفکر العربی قاهره ۱۹۵۲ء) ص ـ ۲۱ ـ
۴ ـ اوجز المسالک (مقدمه) ۱۸/۱
۵ ـ ندوی، سید سلیمان ـ حیات مالک (اردو اکیڈیمی سندھ کراچی ، ۱۹۸۴ء) ص ـ ۱۴
۶ ـ القرآن ، ۳۹ ـ ۳.
۷ ـ ابن خلکان ـ وفیات الاعیان (مکتبه النهضة ، مصر ۱۹۴۸ء) ۲۸۴/۳، الانتقاء ـ ص ـ ۳۷ ، نیز مالک ـ حیاته ، وعصره ، ص ـ ۳۹ ـ ۴۲
۸ ـ مالک ـ حیاته ، وعصره ـ ص ـ ۲۳
۹ ـ ایضاً ـ ص ـ ۲۴، ۲۵ ، نیز ـ الموطا شرح مؤطا (شاه ولی الله دهلوی) مقدمه
۱۰ ـ مالک ـ حیاته ، وعصره ، ص ـ ۲۴ ـ ۲۵
۱۱ ـ ایضاً
۱۲ ـ ذهبی ، ابو عبدالله شمس الدین ـ تذکره الحفاظ (دائره المعارف العثمانیه ، حیدرآباد دکن ـ بهارت ۱۹۵۵ء) ـ ۲۰۸/۱
۱۳ ـ حیات مالک ـ ص ـ ۲۰
۱۴ ـ دائره معارف اسلامیه (پنجاب یونیورسٹی لاهور) ۳۷۵/۱۸
۱۵ ـ مالک ـ حیاته ، وعصره ، ص ـ ۲۶
۱۶ ـ محمد کامل حسین ـ دکتور ـ المؤطا ـ صحت و تقدیم محمد فواد عبدالباقی (داراحیاء الکتب العربیه ۱۹۵۱ء) مقدمه ـ جامع بیان العلم (ابن عبدالبر) ص ـ ۲۲۴، نیز ـ مالک ـ حیاته ، وعصره ، ص ـ ۲۶
۱۷ ـ المسویٰ (مقدمه) ، نیز ـ دائره معارف اسلامیه ـ ۱۸ ـ ۳۷۵
۱۸ ـ الانتقاء ـ ص ۱۸
۱۹ ـ ایضاً ص ـ ۱۶
۲۰ ـ ابن خلکان ـ وفیات الأعیان (مکتبه النهضه مصر ۱۹۴۸ء) ، ۲۸۴/۳، الإنتقاء ـ ص ـ ۴۳، ۴۴، نیز ـ اوجز المسالک (مقدمه) ص ـ ۲۳، ۲۴
۲۱ ـ ایضاً ـ ۱۹/۱ ـ نیز تذکره الحفاظ ـ ۲۱۲/۱، ۲۱۳
۲۲ ـ حیات مالک ، ص ـ ۸۲
۲۳ ـ ابن حجر عسقلانی ـ احمد بن علی بن محمد ـ فتح الباری شرح بخاری (مطبع منیریه مصر ۱۳۴۷هـ) ۴/۱
۲۴ ـ مالک ـ حیاته، وعصره ، ص ـ ۱۷۶
۲۵ ـ دار قطنی ، ابوالحسن علی بن عمر ـ احادیث المؤطا (مکتبه نشر الثقافه الاسلامیه ۱۹۴۶ء) ص ۳
۲۶ ـ ایضاً ـ نیز ـ مسوی شرح مؤطا (مقدمه ، نیز کشف الظنون ۸/۲ ـ ۱۹
۲۷ ـ عبدالحی لکهنوی ـ التعلیق المجد علی مؤطا محمد (مطبع مجتبائی پاکستان لاهور) ص ـ ۱۲
۲۸ ـ ابن قتیبه دینوری ـ الامامه والسیاسه (مکتبه التجاریه مصر ۱۳۴۷هـ) ۱۵۵/۲
۲۹ ـ احادیث المؤطا ـ ص ـ ۵۲ ـ ، ۵۳

٣٠ ـ مصفی (مقدمه) ۱/۳، ۲۰ ، ۲۳

٣١ ـ کشف الظنون ـ ۱۹۰۷/۲، نیز دائره معارف اسلامیه ۳۸۲/۱۸

٣٢ ـ دینوری ، ابو حنیفه ـ الاخبار الطوالی (طبع مصر) ص ـ ۳۵۷، ۳٦۳

٣٣ ـ الامامه والسیاسه ـ ۱٦۳/۲

٣٤ ـ تذکره الحفاظ ۱۸۹/۱

٣٥ ـ الامامه والسیاسه ـ ۱۵۵/۲

٣٦ ـ مالک ـ حیاته، وعصره ، ص ـ ۱۷۷

٣٧ ـ مسوّی(مقدمه) ۱ ٦، مصفی (مقدمه) ۱ ۳

٣٨ ـ ایضاً ـ

٣٩ ـ ایضاً ـ

٤٠ ـ ایضاً ـ ۱ المسویٰ ۱۵

٤١ ـ ایضاً ـ

٤٢ ـ حیات مالک ، ص ـ ۱۰۰

٤٣ ـ مقدمه المسویٰ

٤٤ ـ حیات مالک ص ـ ۱۰۴

٤٥ ـ احادیث المؤطا ـ ص ـ ۵

٤٦ ـ المسویٰ ـ ۲۷/۱ ، ۲۹

٤٧ ـ المسویٰ ۲۵/۱

٤٨ ـ المسویٰ ۱/ ۲۵

٤٩ ـ حیات مالک ، ص ۹۹

٥٠ ـ مالک ـ حیاته، وعصره ، ص ۱۹۲ ، ۱۹۳

٥١ ـ بستان المحدثین ، ص ـ ۲۵ ـ ۵۱، محمد فواد عبدالباقی ، المؤطا ـ مقدمه ، حیات مالک ـ ص ـ ۱۰۴ ـ ۱۰۷

٥٢ ـ مالک ـ حیاته ، وعصره ـ ص ـ ۱۸۱ ، ۱۸۲

٥٣ ـ کشف الظنون ـ ص ۱۹۰۷/۲ ، ۱۹۰۸ ، حیات مالک ، ص ۱۰۹ ـ ۱۱۴ ، محمد فواد عبدالباقی ـ المؤطا (مقدمه) .

٥٤ ـ بستان المحدثین ـ ص ـ ۳۰ ، کشف الظنون ـ ۱۹۰۷/۲

٥٥ ـ بستان المحدثین ، ص ـ ۳۱

٥٦ ـ مقدمه ابن خلدون ، ص ـ ۳۹۲

٥٧ ـ محمد فواد عبدالباقی ، المؤطا ـ مقدمه .

●●●